مقاصد قرآن

(۲)

(از جناب مولنا صبغۃ اللہ حسینی استاذ جامعہ دار السلام عمرآباد)

دین اسلام کا رکن ثانی عقیدۂ بعث بعد الموت و مکافاۃ عمل

مقاصد قرآنی میں سے دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ انسانی دنیا کو اس حقیقت پر ایمان لانے کی دعوت دی جائے کہ دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اور پروردگار کے حضور ان کے اچھے بُرے اعمال کا حساب کتاب ہوگا، اچھوں کو اچھا بدلہ ملے گا اور بروں کو اپنی برائی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ مشرکین عرب اور دہریوں نے شدت سے اس عقیدہ کا انکار کیا، بلکہ اس پر بے حد تعجب ظاہر کیا کہ بھلا مرنے کے بعد دوسری مرتبہ انسان کیونکر زندہ ہوگا؟ گلی سڑی ہڈیاں خاک ہوجانے کے بعد بھلا کیونکر یکجا ہوجائیں گی؟ اس سلسلہ میں منکرین بعث کے جس قدر اعتراضات ہیں قرآن عزیز نے ان کو رفع فرمایا ہے۔ اور قیامت کو ثابت کیا ہے کیونکہ جزائے اعمال کا تخیل جب تک انسان کے دماغ میں نہ ہو اس وقت تک وہ خیر و صلاح کی کسی تعلیم پر کاربند ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ عقیدہ کوئی نئی چیز نہیں ہے کم و بیش تمام دنیا کے مذاہب میں موجود ہے کتب الٰہیہ کے ماننے والے اس عقیدہ پر اس وقت تک برابر قائم رہے جب تک ان کی آسمانی کتابوں اور مذہب کے احکام و قوانین میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔ پھر جب ان کی اصلی اور حقیقی تعلیمات مسخ ہوگئیں اور دین کی روح ناپید ہوگئی تو ان لوگوں نے حیات بعد الممات اور مجازات اعمال کے عقیدہ کو ایک چیستان بنا ڈالا نصرانیوں نے کفارہ کا عقیدہ گھڑ کر یہ سمجھ لیا کہ حضرت مسیح سب انسانوں کی طرف سے سولی

چڑھ جائیں گے اب کسی قسم کے اعمال کی جزا و سزا اور باز پرس نہ کی جائے گی۔ عیسائی جو کچھ اس سلسلہ میں کہہ رہے ہیں درحقیقت وہ وہی چیز ہے جس کو ہندوستان کی بت پرست قوموں نے پیش کیا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عیسائی حضرت مسیح کے کفارہ کے قائل ہیں اور وہ کرشن جی کے متعلق قریب قریب یہی خیالات رکھتے ہیں۔ رہے یہود تو انہوں نے پہلے ہی سے خدا کو صرف اسرائیل کا خدا بنا رکھا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ اس تخیل نے مجازات کے اعتقاد کو بالکل بے معنی بنا کر رکھ دیا پس ضروری ہوا کہ اس عقیدہ کے متعلق بھی ان کی ایسی ہی اصلاح کی جائے جیسی الوہیت کے عقیدہ میں کی گئی تھی۔

قرآن حکیم دنیا میں اس اصلاحی دعوت کو لے کر آیا اور اس نے حیات بعد الموت اور مکافات عمل کے باب میں انسان کے تمام فاسد خیالات کی اصلاح فرمائی اور انسانوں کو اس اصلی اور بنیادی تعلیم کی طرف لوٹایا جس سے افراد بشری کی سعادت وشقاوت وابستہ تھی۔

انسانی سعادت وشقاوت کا پایہ تکمیل کو پہنچ جانا ہی درحقیقت مجازات اعمال کا باعث ہے۔ جزا و سزا کے معاملہ میں کسی قوم یا قبیلہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام افراد نوع انسانی اس میں یکساں ہیں کیونکہ تمام اپنی فطرت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ قرآن اس حقیقت ثابتہ کو یوں بیان کرتا ہے:۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا	قسم ہے نفس کی اور اُس کی جس نے اس کو ٹھیک بنا کر
وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ	بدی اور پرہیزگاری کی سمجھ عطا کی کہ یقیناً فلاح پائی اس نے
خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔	جس نے نفس کو سنوار لیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو خاک میں ملا دیا

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو پیدا کر کے اور اس کو خوب اچھی طرح سے بنا کر عقل وشعور سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس کی فطرت میں برائی اور بھلائی، بدی اور پرہیزگاری دونوں کی صلاحیتیں موجود ہیں وہ قوت غضبیہ اور قوت شہویہ کے تابع ہو کر گندگی میں بھی پڑ سکتا ہے اور ان قوتوں کو قابو میں رکھ کر انہیں ٹھیک طرح

سے استعمال کر کے پاکیزگی بھی حاصل کر سکتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ اللہ نے اسے تمیز بھی عطا فرمائی ہے کہ برائی کو بھلائی سے ممیز کر سکے اور اتنی قوت بھی بخشی ہے کہ ان صلاحیتوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دے سکے چاہے تو نفس کا تزکیہ کر کے ایمان اور اعمال صالحہ اور مکارم اخلاق حاصل کرے اور دنیا و آخرت میں فوز و فلاح اور کامیابی سے ہم کنار ہو اور چاہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھوڑ کر دونوں جگہ کی رسوائی و خواری اور ناکامی و نامرادی مول لے لے۔

یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ مذکورۂ بالا حقیقت کو بیان کرنے سے پہلے پروردگار عالم نے سورج کی دھوپ، چاند کی چاندنی، دن کے اُجالے، رات کے اندھیرے آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کی قسمیں کھائی ہیں یعنی ان چیزوں کو شاہد بنایا گیا ہے اس بات پر کہ خیر و شر کی دو متضاد قوتیں اسی طرح نفس انسانی میں موجود ہیں جس طرح کائنات میں ہر طرف دو متضاد اور متخالف قوتیں نظر آتی ہیں۔ پھر جس طرح خارج کی دنیا میں ان متضاد قوتوں کے باہمی تعامل اور مقابلہ سے نتائج و آثار ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح انسان میں جو متضاد قوتیں کام کر رہی ہیں ان کا مقابلہ بھی ضرور ہے کہ نتیجہ خیز ہو۔ جو شخص اس کو بے نتیجہ اور مہمل اور عبث سمجھتا ہے وہ عقل کا اندھا ہے آثار فطرت کو رات دن اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے اور پھر بھی ان سے سبق حاصل نہیں کرتا۔

پس معلوم ہوا کہ جزائے اعمال ایک طبعی اثر ہے جو روح و جسم کی طہارت و گندگی کے موافق ہوتا ہے جو شخص انسان کی حقیقت سے آشنا ہو وہ ضرور اس امر کا اقرار و اعتراف کرے گا۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے صرف عرب کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ ہی نہیں، بلکہ دنیا کے تمام مذاہب اور تمام ملتوں کے ماننے والے اس فطری عقیدہ میں جادۂ مستقیم کو چھوڑ کر بھٹک چکے تھے، حالانکہ ایمان باللہ کا یہ تکملہ ہے اس لیے قرآن مجید نے اس پر بار بار زور دیا ہے اور اس کے لیے ایسا اسلوب اختیار کیا ہے جو دلائل و براہین کے ساتھ ہی ساتھ دلنشین بھی ہے۔ اس نے طرح طرح سے مثالیں دے کے

آثار فطرت سے استشہاد کر کے، عقلی دلائل پیش کر کے اس عقیدہ کو سمجھایا ہے تاکہ یہ ذہن انسانی میں پوری طرح راسخ ہوجائے۔ غالبا وہ تمام آیتیں جن میں اس عقیدہ کی شرح وبسط سے توضیح کی گئی ہے سو سے زیادہ ہیں لیکن اس تکرار و اعادہ کے باوجود جی نہیں گھبراتا حقیقت میں یہ قرآن حکیم کا اعجاز ہے۔

بہرکیف مجازات اعمال کا عقیدہ تمام ادیان سماوی کا جز رہا ہے اور توحید کے مسئلہ کے لوازم میں سے ہے۔ اسی لیے قرآن نے اس پر نہایت شد ومد سے کام کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ ذاریات میں وجود صانع عالم پر آفاقی و انفسی نشانہائے قدرت سے استدلال کرنے کے بعد خود اپنی شان ربوبیت کو شاہد بنا کر جزائے اعمال کا ثبوت پیش کیا ہے

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ (ذاریات - ۱)

آسمان وزمین کا پروردگار شاہد ہے کہ یقیناً قیامت کا آنا حق ہے جیسا کہ تم بولتے ہو۔

یعنی خدائے تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوکر رہے گا۔ جیسے تمہیں اپنی قوت گویائی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا اسی طرح خدا کے وعدۂ بعث و مجازات میں بھی کسی شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں اور کائنات علوی وسفلی کی ربوبیت عامہ جس کے تحت ساری چیزیں کارفرما ہیں اسی امر کو صاف بتلا رہی ہے کہ یہ کارخانۂ تربیت یونہی بےکار اور بے فائدہ نہیں ہوجائے گا۔ بلکہ یقیناً دار وگیر ہوگی۔ چنانچہ اسی سورۃ کی اگلی آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی اور قوم لوط کی بدکاری کا قصہ مذکور ہے۔ جس سے بصراحت معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اخروی مجازات دینے والا ہے جس کا کبھی کبھی ادنیٰ سا نمونہ دنیا میں بھی بتلا دیتا ہے کہ اطاعت شعاروں اور وفادار بندوں کو جزائے خیر اور نافرمان انسانوں کو ان کے کرتوتوں کے موجب سزا مل جاتی ہے۔

بعینہ اسی طرز پر سورۂ سبا میں بھی وقوع قیامت پر اہل کفر کا انکار نقل کرکے جواب دیا گیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ۔

اور کافروں نے کہا کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ تم کہدو کہ میرے پروردگار کی شہادت ہے کہ ضرور تم پر قیامت آئے گی۔

یعنی ایسے حکیم مطلق کے متعلق جس نے اپنی حکمت بالغہ سے کائنات کی تربیت کا تکفل کر لیا ہے کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ اتنا سارا نظام بے نتیجہ کر دے گا اور اچھوں کو اچھی جزا اور بروں کو بری سزا نہ دے گا، کیونکہ خود ہی فرما چکا ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

کیا تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم نے تم کو یونہی فضول پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤگے۔

بادشاہ برحق خدا اس سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے (کہ کوئی عبث کام اس سے صادر ہو)۔

ایک دوسری جگہ فرمایا جاتا ہے:-

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یونہی بیکار چھوڑ دیا جائیگا

اور ایک مقام پر یوں صراحت فرمائی ہے:-

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ۔ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ہم نے آسمان و زمین اور وہ ساری چیزیں جو ان کے درمیان ہیں کھیل کے طور پر پیدا نہیں کی ہیں۔ ہم نے تو ان کو مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ مگر بہت سے لوگ بے خبر ہیں۔

آیات مذکورہ سے استدلال کا منشا صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کارخانۂ عالم کا بغیر کسی نتیجہ کے فنا ہو جانا سراسر مصلحت و حکمت کے خلاف ہوگا اور یہ شان خداوندی سے بعید ہے۔

ایک جگہ نہایت ہی عجیب پیرایہ میں انسان کے موجود ہونے کے مختلف مناظر پیش کر کے

بعث بعد الموت کے بعید از عقل ہونے کو رفع کیا جا رہا ہے۔

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً کیا انسان منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو ٹپکائی جاتی ہے؟ (انسان)
فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى پھر وہ لوتھڑا ہوا پھر خدا نے اس میں جان ڈالی پھر
اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى کی ترکیب درست کی پھر اس کے اندر نر اور مادہ کا اختلاف
پیدا کیا۔ کیا وہ خدا جس نے یہ سب کچھ کیا مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟

علاوہ بریں جو شخص مجازات کا منکر ہو وہ اپنے قوائی نظری سے بھی نابلد ہوگا اور ان رازہائے سر بستہ سے جو اس کے وجود میں پنہاں ہیں یکسر جاہل و ناواقف ہوگا اور اس صورت میں وہ خود اپنے وجود کی تحقیر کرے گا۔ انکار آخرت لازماً انسان کو اس نتیجہ پر پہونچاتا ہے کہ اس کا وجود زمین پر ایک خاص مدت تک رہے گا۔ اور اس مختصر سی عمر میں مصائب و آلام اور آفات و حوادث میں گھرا رہے گا۔ اس کے بعد ساری باتیں ختم ہو جائیں گی پھر نہ تو کسی ظالم سے اس کے ظلم کے متعلق کچھ پوچھ گچھ ہوگی اور نہ کسی عادل کو اس کے عدل پر کوئی بہترین صلہ ملے گا۔

اس بارہ میں جو کچھ قرآن حکیم کی تصریحات وارد ہوئی ہیں وہ نصاریٰ کے عقائد و خیالات اور مزخرفات کے بالکل برعکس ہیں کہ انسان اخروی زندگی میں بھی ایسا ہی انسان ہوگا جیسا کہ دنیا میں تھا ہاں وہ چند پاک نفوس اور ارواح عالیہ عالم آخرت میں اپنی روحانی و جسمانی حیثیت سے کامل ہوں گی جنہوں نے دنیوی زندگی میں ریاضتیں کر کے اپنے آپ کو مشقتوں میں ڈالا اور تمام لذیذ چیزوں کو چھوڑ کر نفس کو شہوانیات سے پاک کرنے کی کوشش کی۔ رہے وہ لوگ جن کے نفوس خباثتوں سے آلودہ ہوئے اور ان کی روحیں پستی میں پڑی رہیں وہ اپنی بدعملی کی کثافتوں کے باعث بالکل ناقص ہوں گے۔

یہ ایک معرکۃ الآرا بحث ہے کہ بعث بعد الموت اور مجازات کا تعلق صرف روح سے ہے یا روح اور جسم دونوں سے۔ اس باب میں مذاہب و ملل کے عقائد مختلف ہیں فرض کر لو کہ اس عقیدہ مجازات کا تعلق

محض روح سے بے جسم سے نہیں ہے۔ اس مفروضہ سے اللہ تعالیٰ کی شانِ خلاقی میں یہ قصور لازم آتا ہے کہ جب صرف روح تمام کیفیات کی حامل ہو سکتی ہے تو پھر اس نے بلا ضرورت ایسی چیز کیوں پیدا کی جو جسم و روح کی ترکیب سے بنی ہے اور جس میں اس مفروضہ کے مطابق جسم محض زائد از ضرورت ہے۔

دراصل جن لوگوں نے جسمانی لذتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور جائز جسمانی خواہشات کا نام حیوانیت رکھا وہ محض روحانی بعث کے قائل ہو گئے۔ بعضوں نے تو جسم اور جسمانیات کی تحقیر و تذلیل میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ روح کے لیے جسم کو ایک گندہ قیدخانہ سمجھ بیٹھے اور نجات کے معنی ہی یہ سمجھے کہ روح اس گندے قیدخانے سے آزاد ہو جائے۔ اسی تخیل کے تحت انہوں نے رہبانیت اور جوگ کو اختیار کیا جس کا منشا یہ ہے کہ جسم کو طرح طرح کی تکلیفوں میں ڈال کر احساسات کو باطل کر دیا جائے، اور ان تمام لذتوں کا خاتمہ کر دیا جائے جو روح کو جسم کے واسطہ سے اور جسمانی تعلقات کی بدولت حاصل ہوتی ہیں۔ انہی غلط اعتقادات نے انسان کو اس نتیجہ پر پہونچایا ہے کہ جسم ایک زبردستی کا لدا وا ہے۔ اور حیاتِ اُخروی محض روحانی حیات کا نام ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جسمانی مادیت جب عقل و فطرت اور ہدایتِ الٰہی کے خلاف راستہ اختیار کرتی ہے تو وہ روح کے لیے ایک بارگراں بن جاتی ہے اور اس کو ملکوتی کمالات تک نہیں پہنچنے دیتی مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ جسم اور جسمانی لذات بجائے خود ایک گندگی اور نجاست ہیں اور ان کو قابلِ نفرت سمجھا جائے۔ خالص "مادیت" اور خالص "روحانیت" دونوں افراط و تفریط پر مبنی ہیں اور وہ اسلام ہے جس نے ان دونوں کے درمیان ایک موزون و مناسب اعتدال پیدا کیا ہے۔ وہ انسان کو بتاتا ہے کہ روح کی ترقی سے مراد جسم سے روح کی آزادی نہیں ہے، بلکہ جسم اور جسمانیات پر عقل اور عقلیات کی کامل حکومت قائم ہو جانے کا نام ترقی روحانی ہے۔ انسان جب دنیا میں خدائی ہدایت کے تحت اس حکومت کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے کامیاب جدوجہد کر چکتا ہے تو آخرت کی زندگی میں اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اس باب میں قرآن و سنت کے نصوص پر جو شخص غور کرے گا اس پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ آخرت کی زندگی میں روحانی قوی اجسام

پوری طرح غالب ہوں گے اور انسان اس قدر طاقت ور ہو جائے گا کہ جو کچھ وہ چاہے گا وہی ہوگا۔ اس کی نگاہ تیز ہوگی، اس کی سماعت قوی ہوگی، وہ ہمہ تن گویائی بن جائے گا وہ ہر چیز سے بات کرے گا۔ اور ہر چیز کی بات سنے گا اور وہ تقیدات باقی نہ رہیں گے جو اس دنیا میں اس پر چھائے ہوئے ہیں۔

جو لوگ ان باتوں پر اچنبھا ظاہر کرتے ہیں وہ دیکھیں کہ خود اس دنیا میں مادی قوتوں پر بہت ادنیٰ درجہ کی حکومت حاصل کر کے انسان وہ وہ کام کر رہا ہے جن کو کچھ مدت پہلے ہی انسان ناممکن سمجھتا تھا۔ آج ہندوستان میں بیٹھ کر یورپ و امریکہ کے دور دراز ممالک سے نہ صرف گفت و شنید ہو سکتی ہے اور خطبے سنے جا سکتے ہیں بلکہ گفتگو کرنے والوں کی شکلیں بھی نظر آنے کے لیے آلات ایجاد ہو چکے ہیں۔ پس کیونکر ان حقائق اسلامیہ کا انکار کیا جا سکتا ہے جو عالم آخرت اور اس کی کیفیات کے متعلق قرآن عزیز نے پیش کئے ہیں۔
(باقی)

"الاصلاح" ماہوار

یہ رسالہ قرآنی مطالب و مباحث کے لئے مخصوص ہے، اس میں حضرت مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کے قرآنی معارف بالالتزام شائع ہوتے ہیں، نیز مولانا کے ان تلامذہ کے تحقیقی مقالات بھی ماہ بماہ شائع ہوتے ہیں جو مولانا کے اصول پر قرآن پر تدبر کر رہے ہیں۔ اس موضوع سے متعلق یہ ملک کا واحد رسالہ ہے، عام ذوق کی تسکین کے لیے سنجیدہ علمی و ادبی و انگریزی کے موقر علمی رسالوں کے اہم اقتباسات بھی شائع کیے جاتے ہیں، کاغذ عمدہ، کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ ضخامت ۴۸ صفحے سالانہ قیمت للعہ، ششماہی عاعہ

منیجر رسالہ الاصلاح

دائرہ حمیدیہ سرائے میر، اعظم گڑھ یوپی